Lesson 10: At-Tawbah (Ayaat 117- 129): Day 36 سُوۡرَۃُ التَّوۡبَة کی تفسیر

سورۃ توبہ میں ہمارے لئے عمل کی باتیں ہیں۔ سورۃ توبہ کا نام توبہ کیوں ہے؟

مرکزی خیال ہے کہ سچی توبہ کے لیے اللہ کو کس بے قراری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم گناہ کر کر کے گناہوں کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں یہ بتائیں گے کہ صرف منہ سے توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہو گی۔ اس کے لیے کس طرح اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کرنا پڑے گا۔ جسم کو کھپانا پڑے گا، بھوک پیاس سہنی پڑے گی، اللہ کے راستے میں قدم نکالنے پڑیں گے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ، کچھ خرچ کرنا پڑے گا۔

دین کو وسیع پیمانے پر کیسے پھیلائیں؟ اللہ تعالی کی طرف سے منصوبے ہیں۔ تھوڑے وقت میں دنیا سے جہالت کیسے ختم ہو؟ دین اور فقہ کا فرق سمجھ آئے گا۔ دین کے کام کا آغاز کس ترتیب پر ہو۔

ہم قریبی رشتے داروں سے شروع کر کے پھر تھوڑے دور کی طرف چلیں گے۔ قرآن سنتے ہوئے مومن اور منافق کے دل کی حالت میں کیا فرق ہوتا۔ آخری بات نبیؐ کی بےچینیاں، کہ وہ کتنے حریص تھے لوگوں کو ہدایت دینے کے لیے اور اُنؐ کو ہدایت کی تڑپ تھی اور سچوں کا ساتھ لوگوں کو سچا بنا دیتا ہے۔

لَقَدۡ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِىِّ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ فِىۡ سَاعَةِ الۡعُسۡرَةِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا كَادَ يَزِيۡغُ قُلُوۡبُ فَرِيۡقٍ مِّنۡهُمۡ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّهٗ بِهِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌۙ ﴿۱۱۷﴾

اللہ نے معاف کر دیا نبیؐ کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبیؐ کا ساتھ دیا اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چکے تھے (مگر جب انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبیؐ کا ساتھ ہی دیا تو) اللہ نے انہیں معاف کر دیا، بے شک اُس کا معاملہ اِن لوگوں کے ساتھ شفقت و مہربانی کا ہے ﴿۱۱۷﴾

غزوہ تبوک کا climax ہے، تبوک کی مہم کی طرف اشارہ ہے۔ غزوۂ تبوک سے مومن اور منافق کا فرق ظاہر ہو گیا۔ چھانٹی ہو گئی۔ خشک سالی کا زمانہ تھا، مدینہ میں قحط تھا۔ ان حالات میں اتنی دور جا کر ایک دشمن جو اپنے وقت کی بڑی طاقت تھی اس سے لڑنا اس کو یہاں سَاعَةِ الْعُسْرَةِ کہا گیا ہے۔ تنگی کی گھڑی سے مراد ہے وہ وقت جب آپ نے فیصلہ کیا کہ ہم رومیوں سے ٹکر لیں گے۔ یہ اتنا مشکل وقت تھا انصار اور مہاجرین کے لئے کہ کچھ لوگوں کے دل میں شکوک و شبہات (Doubt) آنے لگے۔ لیکن کیونکہ یہ شکوک و شبہات زبان پر نہیں آئے اللہ تعالی نے انہیں بچا لیا۔ جیسے غزوۂ احد میں ہم نے پڑھا کہ بنو حارثہ اور بنو ثبیلہ کے دل میں کچھ شکوک و شبہات آئے تھے۔ ان کو لگا تھا کہ نبیؐ کو باہر جا کر مشرکین مکہ سے نہیں لڑنا چاہیے لیکن جو نہی ان کو تھوڑا سا ہوش دلایا گیا تو وہ سنبھل گئے۔

ہر بندہ کا stress لیول مختلف ہوتا ہے کچھ لوگ multitasking کر سکتے ہیں اور کچھ uni-tasking کچھ لوگ بعض دفعہ تبدیلی کو برداشت نہیں کرتے۔ کچھ لوگ تبدیلی کو برداشت کر لیتے ہیں۔

نبی ؐ کا تبوک کے لیے نکلنا ایک بڑا فیصلہ تھا۔ صحابہ کے بھی دو ہی درجے تھے۔ کچھ لوگوں نے پوری طرح دل و جان سے قبول کر لیا تھا کہ اللہ کے نبی ؐحکمت والے ہیں۔ آپؐ کا کوئی فیصلہ جذباتی نہیں ہے آپ ؐکسی کے دباؤ میں نہیں آتے۔ آپؐ کا اللہ پر اتنا بھروسہ ہے کہ آپؐ اللہ کے نام پر رومیوں سے ٹکر لینے نکل رہے ہیں تو فتح آپؐ کی ہو گی۔

جو پہلا گروہ تھا جس نے اللہ کے نبی ؐپر یقین کیا وہ خوشی سے جمے رہے اور خوشیاں منا رہے تھے۔ دوسرا گروہ وقتی طور پر ان کے ساتھ تھا لیکن اُن کے ساتھ تھوڑا سا یہ معاملہ ہوا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کر کے یہ کہہ دیا شروع میں ڈرے تھے لیکن پھر پلٹ آئے۔

جب جہاد یا دین کی پکار آتی ہے تو لوگ 5 گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔ جس میں سے تین مومنوں کے ہوتے ہیں اور دو پیچھے رہ جانے والوں کے ہوتے ہیں۔

مومنوں میں سب سے پہلا گروہ وہ ہوتا ہے جو سن کر فوراً تیار ہوتا ہے۔ سن کر فوراً آنے والے۔ ان کو قرآن میں السبقون الاوّلون کہا گیا ہے۔

دوسری قسم کے لوگ۔۔ تردّد میں پڑ جاتے ہیں Double Minded کروں کہ نہ کروں۔ ایسے لوگ جہاد یا دین کی بات سن کر سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ تھوڑا سا وقت گزرتا ہے تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ میں نے ٹھیک نہیں کیا اس میں تو میرا ہی فائدہ تھا۔ اس کی مثال میں ابو خیسمہ ہے۔ یہ گروپ متدبرین کا ہوتا ہے۔

تیسرا گروپ مخلیفین کا ہوتا ہے۔ جو پیچھے رہ جاتے ہیں لیکن بعد میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں سزا پاتے ہیں اللہ ان کو بھی معاف کر دیتا ہے۔

باقی دو قسم کے گروہ پیچھے رہ جاتے ہیں باتیں بناتے ہیں نفاق پیدا کرتے ہیں۔ آخری گروپ والے خود بھی رکتے ہیں دوسروں کو بھی روکتے ہیں ان کی کوئی معافی نہیں ہے۔

باقی تین گروہوں کو اللہ بچالیتا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ ہمیں پہلے گروہ میں کرلے۔ آمین، کسی معاملے کی وجہ سے پہلے میں نہیں آسکتے تو دوسرے میں آجائیں، دوسرے میں نہیں تو تیسرے میں اللہ ضرور ہی کرلے۔

ندامت توبہ کا نام ہے شرمندگی ہوگی کسی کام پر تو یہی بہت بڑی توبہ ہے۔ مِنۢ بَعۡدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ بعض دفعہ ہمیں نیکی کے بہت سارے کام مشکل لگیں گے۔ جب نیکی کرنا مشکل ہو اور بندہ جما رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی اس وقت اس بندہ کو جما دیتا ہے۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ ۚ اللہ ان کی طرف پلٹ آتا ہے۔

انہی لوگوں میں سے ایک گروہ یہاں تیسرے لوگوں کی بات ہے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ خُلِّفُوۡا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيۡهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾

اور اُن تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ

اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے، تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں، یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے ﴿۱۱۸﴾

کعب بن مالک خوبصورت، دولت مند، شاعر تھے۔ بہت خوبصورت باتیں کرتے تھے۔

ہلال بن امیہ

مرارہ بن ربیعہ

یہ تینوں سچے مومن اور مخلص تھے لیکن جب جہاد کی کال آئی تو یہ تینوں کسی مشکل میں پڑے ہوئے تھے۔

مرارہ بن ربیعہ ان کے باغ کا پھل پکا ہوا تھا اور اگر وہ پھل نہ کاٹتے تو ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔ .Money Problem جب جہاد کی کال آئی تو ان کو سوچ آئی کہ کیا ہو گیا میں جنگِ بدر میں گیا احد میں بھی شریک ہوا ہوتے ہوتے یہاں تک میں آگیا۔ کیا فرق پڑتا ہے اگر میں تبوک میں نہ گیا اتنی تو نیکیاں کر لیں اس سوچ سے یہ پر سکون ہو گئے۔

دوسرے ساتھی ہلال بن امیہ اتفاق سے ان کے تمام اہل و عیال ان کے گھر جمع ہوئے تھے ان کو وقت دینے کے لیے انہوں نے جہاد کی کال کو اہم نہیں سمجھا۔

تیسرا صحابی کعب بن مالک؛

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبید اللہ جو آپ کے نابینا ہو جانے کے بعد آپ کا ہاتھ تھام کر لے جایا اور لے آیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے موقع پر میرے والد کے پیچھے رہ جانے کا واقعہ خود اُن کی زبانی یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں "میں اس کے سوا کسی اور غزوے میں پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر کا ذکر نہیں، اس میں جو لوگ شامل نہیں ہوئے تھے، ان پر کوئی سرزنش نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قافلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن وہاں اللہ کی مرضی سے قریش کے جنگی مرکز سے لڑائی ٹھہر گئی۔

اس وقت مجھے جو آسانی اور قوّت تھی وہ اس سے پہلے کبھی میسّر نہ آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس غزوے میں جاتے تو یہ کرتے۔ یعنی ایسے الفاظ کہتے کہ لوگ صاف مطلب نہ سمجھیں۔ لیکن چونکہ اس وقت موسم سخت گرم تھا، سفر بہت دور دراز کا تھا، دشمن بڑی تعداد میں تھا، پس آپ نے مسلمانوں کے سامنے اپنا مقصد صاف صاف واضح کر دیا کہ وہ پوری پوری تیاری کر لیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ تھی کہ رجسٹر میں ان کے نام نہ آ سکے۔ پس کوئی باز پرس نہ تھی جو بھی چاہتا کہ میں رک جاؤں وہ رک سکتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا رکنا مخفی رہ سکتا تھا۔

ہاں اللہ کی وحی آ جائے یہ تو بات ہی اور ہے اس لڑائی کے سفر کے وقت پھل پکے ہوئے تھے، سائے بڑھے ہوئے تھے۔ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیاریوں میں تھے، میری یہ حالت تھی کہ صبح نکلتا تھا کہ سامان تیار کر لوں لیکن اُدھر شام ہو جاتی اور میں خالی ہاتھ گھر لوٹ جاتا۔ اور کہتا کوئی بات نہیں، روپیہ ہاتھ تلے ہے، کل خرید لوں گا اور تیاری کر لوں گا۔

یہاں تک کہ یوں ہی صبح شام، صبح شام آج کل آج کل کرتے کوچ کا دن آ گیا اور لشکر اسلام بجانب تبوک چل پڑا میں نے کہا کوئی بات نہیں ایک دو دن میں مَیں بھی پہنچتا ہوں۔ یونہی آج کا کام کل پر ڈالا اور کل کا پرسوں پر یہاں تک کہ لشکر دور جا پہنچا۔ گرے پڑے لوگ بھی چل دیئے۔ میں نے کہا خیر چلے گئے اور کئی دن ہو گئے تو کیا ہوا میں تیز چل کر جا ملوں گا؟ لیکن افسوس کہ یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکا۔ ارادوں ہی ارادوں میں رہ گیا۔

اب تو یہ حالت تھی میں بازاروں میں نکلتا تو مجھے سوائے منافقوں اور بیمار لولے لنگڑے اندھے مریضوں اور معذور لوگوں کے اور کوئی نظر نہ آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچ کر مجھے یاد فرمایا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ اس پر بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا” : اسے تو اچھے کپڑوں اور جسم کی راحت اور آسانی نے روک رکھا ہے“۔ یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا” : آپ یہ درست نہیں فرما رہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !ہمارا خیال تو کعب کی نسبت بہتر ہی ہے“۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ اب آپ لوٹ رہے ہیں تو میرا جی بہت ہی گھبرایا۔ اور میں حیلے بہانے سوچنے لگا کہ یوں یوں بہانہ بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے سے نکل جاؤں گا اپنے گھر والوں سے بھی رائے ملا لوں گا۔

یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے شریف کے قریب آ گئے تو میرے دل سے باطل اور جھوٹ بالکل الگ ہو گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ جھوٹے حیلے مجھے نجات نہیں دلوا سکے۔ سچ ہی کا آخر بول بالا رہتا ہے۔

پس میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ صاف صاف سچ سچ بات کہ دوں گا۔ آپ خیر سے تشریف لائے اور حسبِ عادت پہلے مسجد میں آئے، دو رکعت نماز ادا کی اور وہیں بیٹھے اسی وقت اس جہاد میں شرکت نہ کرنے والے آنے لگے اور عذر معذرت کرنے لگے۔ یہ لوگ اسی 80 سے کچھ اوپر تھے۔ آپؐ ان کی باتیں سنتے اور اندرونی حالت سُپردِ الٰہی کر کے ظاہری باتوں کو قبول فرما کر ان کے لئے استغفار کرتے۔

میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپؐ نے غصے سے تبسم فرمایا اور مجھے اپنے پاس بلایا میں قریب آن کر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا" :تم کیسے رک گئے ؟تم نے سواری بھی خرید لی تھی"۔

میں نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اگر آپ کے سوا کسی اور کے پاس میں بیٹھا ہوتا تو بیسیوں باتیں بنالیتا۔ بولنے میں اور باتیں بنانے میں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر آج جھوٹ سچ ملا کر آپؐ کے غصے سے میں آزاد ہو گیا تو ممکن ہے کل اللہ تعالیٰ آپؐ کو حقیقتِ حال سے مطلع فرمادے اور پھر آپؐ کو مجھ سے ناراض کر دے۔ اور آج سچ کی بنا پر اگر آپ مجھ سے بگڑیں تو ہو سکتا ہے کہ میری سچائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپؐ کو مجھ سے پھر خوش کر دے"۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !سچ تو یہ ہے کہ واللہ !مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ مجھے اس وقت جو آسانی اور فرصت تھی، اتنی تو کبھی اس سے پہلے میّسر بھی نہیں ہوئی"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہے تو یہ سچا۔ اچھا تم جاؤ اللہ تمہارے بارے میں جو فیصلہ کرے گا وہی ہو گا"۔

میں کھڑا ہو گیا، بنو سلمہ کے چند شخص بھی میرے ساتھ ہی اٹھے اور ساتھ ہی چلے اور مجھ سے کہنے لگے اس سے پہلے تو تم سے کبھی کوئی اس قسم کی خطا نہیں ہوئی۔ لیکن تعجّب ہے کہ تو نے کوئی عذر معذرت

پیش نہیں کی جیسے کہ اوروں نے کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے لیے استغفار کرتے تو تمہیں یہ کافی تھا۔

الغرض کچھ اس طرح یہ لوگ میرے پیچھے پڑے کہ مجھے خیال آنے لگا کہ پھر واپس جاؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی پہلی بات کو جھٹلا کر کوئی حیلہ غلط سلط میں بھی پیش کر دوں۔ پھر میں نے پوچھا" : کیوں جی کوئی اور بھی میرے جیسا اس معاملے میں ہے "؟ انہوں نے کہا" : ہاں دو شخص اور ہیں اور انہیں بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں ملا ہے "۔ میں نے کہا" : وہ کون کون ہیں "؟ انہوں نے جواب دیا مرارہ بن ربیع عامری اور حلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں صالح اور نیک بدری صحابیوں کا نام جب میں نے سنا تو مجھے پورا اطمینان ہو گیا اور میں گھر چلا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا تھا۔ لوگ ہم سے الگ ہو گئے، کوئی ہم سے بولتا چالتا نہ تھا یہاں تک کہ مجھے تو اپنا وطن پردیس معلوم ہونے لگا کہ گویا میں یہاں کی کسی چیز سے واقف ہی نہیں ہوں۔ پچاس راتیں ہم پر اسی طرح گزر گئیں۔

وہ دونوں بدری بزرگ تو تھک ہار کر اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ رہے، باہر اندر آنا جانا بھی انہوں نے چھوڑ دیا۔ میں ذرا زیادہ آنے جانے والا اور تیز طبعیت والا تھا۔ نہ میں نے مسجد جانا چھوڑا، نہ بازاروں میں جانا آنا ترک کیا۔ مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔

نماز کے بعد جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما ہوتے تو میں آتا اور سلام کرتا اور اپنے جی میں کہتا کہ میرے سلام کے جواب میں آپ کے ہونٹ ہلے بھی یا نہیں؟ پھر آپؐ کے قریب ہی کہیں بیٹھ جاتا اور کن انکھیوں سے آپ کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں

ہوتا تو آپؐ کی نگاہ مجھ پر پڑتی لیکن جہاں میں آپؐ کی طرف التفات کرتا، آپ میری طرف سے منہ موڑ لیتے۔ آخر اس ترک کلامی کی طویل مدت نے مجھے پریشان کر دیا۔

ایک روز میں اپنے چچازاد بھائی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار سے کود کر ان کے پاس گیا۔ مجھے ان سے بہت ہی محبت تھی۔ میں نے سلام کیا لیکن واللہ! انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا" :ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تجھے اللہ کی قسم کیا تو نہیں جانتا میں اللہ، رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں"؟ اس نے پھر خاموشی اختیار کی میں نے دوبارہ انہیں قسم دی اور پوچھا وہ پھر بھی خاموش رہے میں نے سہ بارہ انہیں قسم دے کر یہی سوال کیا اس کے جواب میں بھی وہ خاموش رہے اور فرمایا" :اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے"۔ اب تو میں اپنے دل کو نہ روک سکا۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور بہت ہی غمگین ہو کر میں پھر دیوار پر چڑھ کر باہر نکل گیا۔

میں بازار جا رہا تھا کہ میں نے شام کے ایک قبطی کو جو مدینہ میں غلہ بیچنے آیا تھا یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کوئی مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پتہ بتا دے۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کر کے بتا دیا وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا خط دیا۔

میں لکھا پڑھا تو تھا ہی۔ میں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سردار نے تم پر ظلم کیا ہے تم کوئی ایسے گرے پڑے آدمی نہیں ہو تم یہاں دربار میں چلے آؤ۔ ہم ہر طرح کی خدمت گزاریوں کے لیے تیار ہیں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا یہ ایک اور مصیبت اور منجانب اللہ آزمائش ہے۔ میں نے تو جا کر چولھے میں اس رقعے کو جلا دیا۔ چالیس راتیں جب گزر چکیں تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

قاصد میرے پاس آرہاہے اس نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے پوچھا: "یعنی کیا طلاق دے دوں یا کیا کروں"؟ اس نے کہا: "نہیں طلاق نہ دو لیکن ان سے ملو جلو نہیں"۔

میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی یہی پیغام پہنچا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ کر دے۔ ہاں سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "میرے خاوند بہت بوڑھے ہیں، کمزور بھی ہیں اور گھر میں کوئی خادم بھی نہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کا کام کاج کر دیا کروں"۔ آپ نے فرمایا" :اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ تم سے ملیں نہیں"۔ انہوں نے کہا" :واللہ! ان میں تو حرکت کی قوّت ہی نہیں اور جب سے یہ بات پیدا ہوئی ہے تب سے لے کر آج تک ان کے آنسو تھمے ہی نہیں"۔

مجھ سے بھی میرے بعض دوستوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت تو حاصل کر لو جتنی سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ کے لیے ملی ہے۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں کہوں گا۔ اللہ جانے آپؐ جواب میں کیا ارشاد فرمائیں؟ ظاہر ہے کہ وہ بوڑھے آدمی ہیں اور میں جوان ہوں۔

دس دن اس بات پر بھی گزر گئے۔ اور ہم سے سلام کلام بند ہونے کی پوری پچاس راتیں گزر چکیں۔ اس پچاسویں رات کو صبح کی نماز میں نے اپنے گھر کی چھت پر ادا کی۔ اور میں دل برداشتہ حیران و پریشان اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ اپنی جان سے تنگ تھا، زمین

باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ تھی کہ میرے کان میں سلع پہاڑی پر سے کسی کی آواز آئی کہ وہ با آواز بلند کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ خوش ہو جا۔

واللہ! میں اس وقت سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ عزوجل کی طرف سے قبولیتِ توبہ کی کوئی خبر آگئی۔ بات بھی یہی تھی صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر صحابہؓ سے بیان فرمائی تھی اور یہ سنتے ہی وہ پیدل اور سوار ہم تینوں کی طرف دوڑ پڑے تھے کہ ہمیں خبر پہنچائیں۔

ایک صاحب تو اپنے گھوڑے پر سوار میری طرف خوشخبری لیے ہوئے آرہے تھے لیکن ایک صاحب نے دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند میرا نام لے کر مجھے خوشخبری پہنچائی۔ سوار سے پہلے ان کی آواز میرے کان میں آگئی۔ جب یہ صاحب میرے پاس پہنچے تو میں نے اپنے پہنے ہوئے دونوں کپڑے انہیں بطور انعام دے دیئے واللہ! اس دن میرے پاس اور کچھ بھی نہ تھا۔

دو کپڑے اور ادھار لے کر میں نے پہنے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں جوق در جوق لوگ مجھ سے ملنے لگے اور مجھے میری توبہ کی بشارت مبارکباد دینے لگے۔ کہ کعب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا تمہاری توبہ کو قبول فرمالینا تمہیں مبارک ہو۔ میں جب مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور دیگر صحابہ بھی حاضر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور دوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سے سوائے ان کے اور کوئی صاحب کھڑے نہیں ہوئے۔ کعب طلحہ کی اس محبت کو ہمیشہ ہی اپنے دل میں لیے رہے۔ جب میں نے جا کر رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے سلام کیا، اس وقت آپ کے چہرہ مبارک کی رگیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کعب تم پر تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک آج جیسا خوشی کا دن کوئی نہیں گزرا۔ میں نے کہا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ عزو جل کی جانب سے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ مثل چاند کے ٹکڑے کے چمکنے لگ جاتا تھا اور ہر شخص چہرے مبارک کو دیکھتے ہی پہچان لیا کرتا تھا۔ میں نے آپ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے تو میرا سب مال اللہ کے نام صدقہ ہے۔ اس کے رسولؐ کے سپرد ہے۔ آپ نے فرمایا تھوڑا بہت مال اپنے پاس رکھ لو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا جو حصّہ میرا خیبر میں ہے وہ تو میرا۔ رہا باقی تو وہ اللہ کی راہ میں خیرات ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نجات کا ذریعہ میرا سچ بولنا ہے میں نے یہ بھی نذر مانی ہے کہ باقی زندگی بھی سوائے سچ کے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالوں گا۔

میرا ایمان ہے کہ سچ کی وجہ سے جو نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی وہ کسی مسلمان کو نہیں ملی۔ اس وقت سے لے کر آج تک بحمد اللہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور جو عمر باقی ہے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے مجھے یہی امید ہے۔

سچا پیار کرنے والا کسی خوشی غمی پر بغیر کسی پروٹوکول کے سیدھا آپ کے پاس آکر گلے لگالے۔

حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ جب اُنہیں زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی ۔

ہمارے رشتوں میں دراڑ کب پڑتی ہے جب کسی بدگمانی کے پیدا ہونے پر ہم one sided شیطان کی بات مان کر کچھ نہ کچھ غلط سوچ لیتے ہیں۔

کبھی کسی رشتہ سے بدگمان نہ ہوں۔ سیدھا جا کر گلے لگا لیں۔

کعب بن مالک کہتے ہیں میں سوچتا تھا: اگر میں مر گیا تو منافقت پر مروں گا، کوئی میرا جنازہ بھی نہیں پڑھے گا۔ اور خدانخواستہ اِس دوران نبیؐ وفات پا گئے تو قیامت تک صحابہ میرے سے کلام نہیں کریں گے۔ کہ نبیؐ کلام نہیں کر رہے تھے۔

جب تک آپ اور میں پیار نہیں بانٹیں گے لوگ پلٹ کر نہیں آئیں گے ہمارے پاس۔

دین کا کام کرتے ہوئے غلطیاں ہوں گی، ان پر ڈانٹ بھی پڑے گی، اصلاح بھی ہو گی، اس پر تنقید بھی ہو گی اور اصلاح کے لئے بھی کہا جائے گا۔۔ اگر اللہ کے لیے کوئی کام کرتا ہے ایسا تمام حالات میں لوگ اچھے ہو جاتے ہیں۔

ہم جب غلطی کرتے ہیں تو ہمارا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے۔ اگر کعب بن مالک کی جگہ میں ہوتی تو کیا کرتی۔

i. نبی کے آنے پر

ii. اپنے رشتہ داروں کے عار دِلانے پر

iii. شاہ غسان کا خط ملنے پر

iv. ابو ابو قتادہ کی بے رُخی پر

v. نبیؐ اور صحابہ کے قطع کلامی کرنے پر

vi. بیوی سے الگ ہونے کی خبر سننے پر

vii. اور توبہ کی قبولیت کی خبر سننے پر

ان کے جواب سے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ سورۃ توبہ سے آپ نے کیا سیکھا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی اس واقعہ پر اَب ہم سب کو خبر دیتا ہے کہ سچ کو آنچ نہیں ہے۔

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ اور انہوں نے جان لیا کہ خدا (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

اللہ میں اتنے گناہ کر کے آیا مجھے دنیا میں کہیں اماں نہیں ملی۔

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

باہر کا ماحول انسان کو کسی بات پر لعن طعن کرے۔ بُرا کام کرنے پر انسان اپنے دل کو سچا سمجھتا ہے کہ مجھے پتہ ہے کہ میری مجبوری کیا ہے تو اتنا فکر نہیں ہوتا جب تک آپ کا ضمیر مطمئن ہے۔

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ یہ ضمیر کی پکار ہے۔

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ جب اندر سے چوٹ پڑتی ہے اس کو انسان برداشت نہیں کر سکتا ہے۔

ضمیر انسان کے اندر اللہ کی عدالت ہے جو کل میدان محشر میں ہمارے حق میں یا خلاف حجت بنے گا۔

یہ دنیا میں بندۂ مومن کا ضمیر انسان کی اصلاح کرتا ہے۔ آپ سچے ہیں تو آپ مطمئن ہوں گے۔ لیکن اگر اندر سے چوٹ پڑی تو آپ سو نہیں سکیں گے آپ کو شرمندگی اور پچھتاوا ہوتا ہے۔

ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ؕ پھر ان کی توبہ قبول کی کہ پھر متوجہ ہو جائیں۔

بعض دفعہ اللہ تعالی بندہ کو پھر متوجّہ کرنے کے لیے موقع دیتاہے۔ تاکہ پھر کبھی موقع آئے تو تم ایسے نہ کرنا۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ

یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے ۔